دل کی بات

جو ہو سکے تو ارضِ وطن بچا لیجئے!

وطنِ عزیز پاکستان کی ناؤ اس وقت جس بحران میں ہچکولے کھا رہی ہے۔ وہ ایک دم نہیں آیا اس کو درآمد اور مسلط کرنے میں اٹھاون برس صَرف ہوئے ہیں۔ پہلے ملک کا جغرافیہ بدلا اور ایک بازو کاٹ کر رکھ دیا۔ پھر اس کی نظریاتی اساس تبدیل کی گئی، اہلِ یورپ نے پوپ اور مذہب کو ریاست سے بے دخل کیا تو انہیں مکمل تحفظ بھی فراہم کیا لیکن ہمارے ہاں دین اور اہلِ دین کو ریاست سے بے دخل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی جڑوں کو بھی کاٹا جا رہا ہے۔ اخلاقی قدریں پامال کی جا رہی ہیں اور سیاسی بساط الٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ ریاست کے اہم ترین ستونوں مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ کے ساتھ ساتھ دیگر قومی اداروں کی ساکھ اور بنیاد نہ صرف تباہ کر دی گئی ہے بلکہ انہیں عوامی اعتماد سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ داخلی طور پر ملک بدامنی اور انتشار و افتراق کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔ چونکہ بین الاقوامی استعمار کا یہ ایجنڈہ سول حکمرانوں کے بس کا روگ نہیں تھا' اس لیے موجودہ مقتدروں کو یہ ذمہ داری سونپی گئی اور انہوں نے اس کی تکمیل کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

استعماری قوتیں اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے نہایت برق رفتاری کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ فلسطین کے بعض علاقوں کو یہودیوں سے خالی کرایا جا رہا ہے اور ایک ایسی آزاد فلسطینی ریاست کی تشکیل کی جا رہی ہے' جو عالمی استعمار کے مفادات کے لیے کام کرے۔ اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے قیام میں گرمجوشی پاکستان کی طرف اُسے تسلیم کرنے کا ہی حصہ ہے۔ مسئلہ کشمیر بھی اپنے منطقی انجام کو پہنچ رہا ہے اور عالمی رپورٹوں کے مطابق ۲۰۰۶ء یا ۲۰۰۷ء تک اُسے بھی اپنی پسند کے مطابق حل کیا جا رہا ہے۔ میر واعظ عمر فاروق نے کشمیر، جموں اور لداخ پر مشتمل ''ریاست ہائے متحدہ کشمیر'' کی طے شدہ تجویز پیش کر دی ہے۔ اس سے قبل صدر پاکستان مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے سات تجاویز پیش کر چکے ہیں۔ حال ہی میں آزاد کشمیر کے سابق صدر سردار عبدالقیوم خان نے دہلی میں مسلم کانفرنس کے رہنماؤں کے ساتھ مل کر ''امن شمع'' روشن کر دی ہے۔ قیاس کیا جا رہا ہے کہ کنٹرول لائن کو مستقل سرحد قرار دے دیا جائے گا۔ آزاد کشمیر پاکستان کے ساتھ اور جموں و مقبوضہ کشمیر بھارت کے ساتھ رہیں گے۔ جبکہ شمالی علاقہ جات پر مشتمل لداخ تک آغا خان ریاست بنا دی جائے گی۔

یہ کھیل کس کے خلاف کھیلا جا رہا ہے اور اس کا پاکستان کو کیا فائدہ ہوگا؟ اس سوال کا اصل جواب تو انہی قوتوں کے پاس ہے جنہوں نے یہ کھیل ترتیب دیا ہے تاہم اتنی بات واضح ہے کہ اس میں پاکستان کو بہر حال نقصان ہوگا۔

پاکستان میں صدارتی نظام کے نفاذ کی خبریں بھی ملک کے حق میں اچھے نتائج کی حامل نہیں ہیں۔شوکت عزیز صاحب کی وزارت عظمٰی بھی خطرے میں ہے اور کہا جا رہا ہے کہ آئندہ دنوں میں وقوع پذیر ہونے والے صدارتی سسٹم میں معروف قادیانی بیوروکریٹ طارق عزیز کو اہم کردار سونپا جائے گا۔سسٹم کوئی بھی ہو اگر اسے چلانے والے مخلص ہوں تو کامیاب ہو جاتا ہے اور نتائج بھی بہتر اور مثبت حاصل ہوتے ہیں اور اگر چلانے والے ہی مخلص نہ ہوں تو سب کیا دھرا رہ جاتا ہے۔اٹھاون برسوں میں یہاں صدارتی، پارلیمانی اور مارشل لاء تمام نظام بھگتا دیئے گئے ہیں مگر ملک وقوم کی قسمت کے دن نہیں پھرے۔جہاں روزِ اوّل کھڑے تھے، کھڑے ہیں۔

ملک کی سیاسی جماعتوں پر مشتمل دو بڑے اتحاد ''اے آر ڈی اور'' متحدہ مجلس عمل'' مزاحمت گریز پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور فی الحال ''اے پی سی'' کے انعقاد سے آگے جانے کے لیے تیار نہیں۔متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں نے ''ایل ایف او'' اور سترہویں آئینی ترمیم کے مسئلہ پر موجودہ حکومت کو جو تحفظات فراہم کیے تھے، اس کے نتائج بد سامنے آنا شروع ہو گئے ہیں۔تب انہوں نے اپنے اس اقدام کو درست قرار دیا تھا اور آج مجلس ہی کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل محترم حافظ حسین احمد اسے مجلس کی غلطی تسلیم کر رہے ہیں۔تب نوابزادہ نصراللہ خان مرحوم نے سچ فرمایا تھا کہ اگر ایک سال کے لیے جنرل صاحب کو ملک کا آئینی صدر تسلیم کرنا درست ہے تو پھر دس سال کے لیے کیوں نہیں؟

سیاست دان قومی یکجہتی پیدا کرنے کی کوششیں کریں اور مستقل بنیادوں پر متحدہ اپوزیشن کے فورم سے ملک کے سیاسی نظام کو آئین کے مطابق بحال کرانے اور پھر اُسے چلانے کے لیے مخلصانہ جدوجہد کریں تو کوئی بہتر صورت نکل سکتی ہے ورنہ نیا ڈوبتی نظر آ رہی ہے۔انہیں بالآخر اسمبلیوں سے باہر آنا ہوگا۔اس سے قبل کہ صدر انہیں اسمبلیوں سے نکال دیں۔انہیں چاہئے کہ وہ عوام میں آ جائیں۔

جو ہو سکے تو ارضِ وطن بچا لیجئے
کوئی بھروسہ نہیں اپنے حکمرانوں کا